مقالات ومضامین

عصر حاضر میں درپیش مسائل کا فکر اقبالؒ کی روشنی میں حل

مولانا غازی عبدالرحمن قاسمی

تعارف: برصغیر کے عظیم مفکر و فلسفی علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کے کلام میں مقصدیت اور معنویت نمایاں نظر آتی ہے۔آپ کی شاعری میں نہ صرف اُس وقت کے درپیش مسائل کے بارے رہنمائی ہے جب وہ اشعار کہے گئے بلکہ بعد میں آنے والے زمانوں کے لوگوں کے لیے بھی زندگی کا پیغام ملتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس وقت عرب و عجم،یورپ و ایشیاء میں اقبالیات کے مختلف پہلوؤں پر کام ہورہا ہے۔آپ کی شاعری میں وسعت،عالمگیریت اور آفاقیت کا پہلو نمایاں ہے۔دین و دنیا کے معاملات،مشرقی اقدار اور اسلامی روایات کے گہرے مطالعہ کے بعد جو آپ نے پیغام دیا ہے اور جس خوبصورت انداز میں اسلام کی ترجمانی کی ہے اس کی بدولت آپ اہل علم کے حلقہ میں بلاتفریق متفق علیہ شخصیت ہیں۔زیرنظر مضمون میں فکر اقبال کی روشنی میں بالعموم پوری دنیا اور بالخصوص امت مسلمہ کو عصر حاضر میں جو مسائل درپیش ہیں ان کا جائزہ لیا گیا ہے۔

عصر حاضر کے اہم مسائل: جس دور سے آج ہم گزر رہے ہیں اس میں مسائل کی کثرت ہے،فتنوں اور آفتوں کا غیر منقطع سلسلہ شروع ہے جس نے امت مسلمہ کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے،ان تمام مسائل کا ایک مضمون میں احاطہ کرنا ناممکن ہے،اس لیے عصر حاضر کے چند مسائل کا انتخاب کر کے فکر اقبال کی روشنی میں اس کا حل پیش کیا جاتا ہے۔وہ چند مسائل درج ذیل ہیں:

1۔ دین سے دوری
2۔ مغرب کی طرف سے اسلام کو درپیش فکری مسائل
3۔ فرقہ واریت
4۔ مسئلہ فلسطین
5۔ مسئلہ کشمیر
6۔ باہمی نزاع وعداوت

1۔ دین سے دوری: عصر حاضر میں امت مسلمہ دین سے دور ہوتی جارہی ہے۔جس کی وجہ سے ان کا رعب و دبدبہ ختم ہوگیا اور اغیار نے ان پر نظریں گاڑنا شروع کر دیں۔اقبال نے عصر حاضر کے مسلمانوں کی پراگندہ ذہنی اور دین سے انکی معذرت خواہی کے رویے کو دیکھتے ہوئے اسلامی فکر کے احیاء کی طرف خاص توجہ دی اور ان قوتوں کی نفی اور

بیخ کنی کی جو فکر اسلامی کی راہ میں حائل ہیں۔اقبالؒ قرآن کریم اور سیرت مقدسہ کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ امت مسلمہ جس عالمگیر اضطراب میں مبتلا ہے ہے اس کا حل صرف اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے۔اس وقت انسانیت تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے اور اگر کوئی رہبر و رہنما ہے جو قعر ضلالت سے نکال سکتا ہے تو وہ ہستی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے،کلام اقبالؒ اس بات کا شاہد و موید ہے،آپؒ نے اپنی شاعری اور فکر میں اسی بات کو بڑی تاکید سے بیان کیا ہے۔چنانچہ لکھتے ہیں:

بہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است(1)

کتنی پیاری بات کہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک سارا دین ہے۔اگر تم وہاں تک رسائی حاصل نہیں کرتے تو سمجھ لو کہ بولہبی میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بیان کرتے ہوئے اقبالؒ لکھتے ہیں:

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے　　غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر　　وہی قرآن وہی فرقاں وہی یسین وہی طہ(2)

ارمغان حجاز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اظہار عقیدت بے مثال ہے۔فرماتے ہیں:

بپایاں چوں رسد ایں عالم پیر　　شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رسوا حضور خواجہ مارا　　حساب من زچشم او نہاں گیر(3)

کتنی محبت کا مظاہرہ ہے کہ جب یہ دنیا اپنی طبعی عمر پوری کر لے اور کائنات کا راز آشکارا ہونے لگیں اور اعمال کا حساب ہو تو اے ہمارے رب ہم گنہگاروں کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں ذلیل و خوار نہ کیجئے اور ہمارے اعمال بد کا حساب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظروں سے چھپا کر کیجئے تاکہ آپ کو ہماری وجہ سے تکلیف نہ ہو کہ میری امت میں ایسے گنہگار بھی ہیں۔

2۔ مغرب کی طرف سے اسلام کو درپیش فکری مسائل: اسلام کو اس وقت جو تحدیات اور چیلینجز درپیش ہیں ان میں سب سے اہم اسلام کی فکری بنیادوں پر مغرب کی طرف سے یلغار ہے۔کوئی دن ایسا نہیں جب اسلام کی مخالفت میں یورپ کی طرف سے کوئی مضمون،کتاب و متعلقہ مواد شائع نہ ہوتا ہو۔جس کا مقصد اسلام کے احکامات پر جمود اور قنوطیت کی مہر ثبت کرنا ہے۔حالانکہ ایک وقت تھا کہ یورپ نے فکری سامان عالم اسلام سے حاصل کیا۔

جس وقت قرطبہ اور اندلس کی یونیورسٹیز میں مسلم علماء حکمت و معرفت کے موتی بانٹ رہے تھے،یورپ جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔جس وقت مسلمان اہل علم مختلف علوم و فنون پر کتب لکھ رہے تھے یورپ نے کاغذ کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی۔جس وقت مسلم معاشرے و علاقے اپنی تہذیب و ثقافت و صفائی میں دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال رہے تھے یورپ غلاظت کی دلدل میں گرفتار تھا۔پھر یورپ نے کروٹ لی،دنیائے اسلام سے روشنی حاصل کرنا شروع کی،نتیجہ یہ نکلا کہ وہ دنیا

پر چھا گئے اور ہم اپنے اسلاف کے طور طریقے چھوڑ کر ذلیل وخوار ہو گئے۔ یہی بات علامہ اقبالؒ نے اپنے انداز میں یوں کہی:

کیا سناتا ہے مجھے ترک و عرب کی داستاں مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز وساز
لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیلؑ خشت بنیاد کلیسا بن گئی خاکِ حجاز(4)

اسی بات کو ایک دوسرے انداز میں مفصل بیان کرتے ہوئے علامہ فرماتے ہیں:

کبھی اے نوجوان مسلم! تدبر بھی کیا تو نے وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سردارا
گنوا دی ہم نے جو اسلاف کی میراث پائی تھی ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا(5)

یورپ نے جب فکری میدانوں میں اسلام پر حملے شروع کیے، علامہ اقبال نے یورپ کے اس طرز عمل کا مشاہدہ کیا اور فراست ایمانی کی بدولت مستقبل میں اس کے مزید اثرات کو بھانپ گئے تھے، اس لیے آپ کی فوری توجہ "اسلام میں دینی تفکر کے انداز جدید" کی طرف مبذول ہوئی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کی فلسفیانہ روایت اور دور جدید کی تازہ تبدیلیوں کے پیش نظر فکر اسلام کی تشکیل نو ہو۔ علامہ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ اسلام میں انقلابی قوت اور متحرک کرنے کے عوامل بدرجہ اتم موجود ہیں۔ مگر آخری پانچ صدیوں میں جو اجتہاد اور سوچ و بچار پر جمود طاری ہوا اس کی وجہ سے اسلام کی اصل شکل وصورت نظروں سے اوجھل ہو گئی ہے۔

علامہ اقبالؒ نے اپنے درد دل کو ان الفاظ میں بیان کیا:

ہند میں حکمت دیں کوئی کہاں سے سیکھے نہ کہیں لذت کردار، نہ افکار عمیق
حلقہ شوق میں وہ ادآت اندیشہ کہاں آہ محکومی و تقلید وزوال تحقیق
خود بدلتے نہیں، قرآن بدل دیتے ہیں ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق
ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق(6)

علامہ مرحومؒ سمجھتے تھے کہ اسلامی تعلیمات کی فوقیت اور ابدیت کو قدیم وجدید نظریات سے استفادہ کرتے ہوئے ایسے انداز میں بیان کیا جائے کہ اسلام کو فکری بنیادوں پر درپیش چیلنجز کا ازالہ ہو سکے۔ ان کے نزدیک ملت اسلامیہ کی آزادی اور احیاء کے لیے اولاً سیاسی غلامی کی زنجیروں کو توڑنا ہوگا اور پھر نو آزاد مملکتوں کی تعمیر کے لیے انفرادی درجے کے اجتہاد کے بجائے اجتماعی اجتہاد کے ادارے قائم کرنا ہوں گے۔ ان کے نزدیک ملت اسلامیہ کے احیاء اور بقا دونوں کا راز اجتہاد کے بند دروازے کھولنے میں مضمر تھا۔

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں:

"علامہ اقبال نے خطبات مدراس (تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ) کے دیباچہ میں یہ اہم اشارہ کیا کہ موجودہ زمانہ اس کوشش کے لیے موزوں ہے۔اس اشارے میں بہت سے عناصر کارفرما تھے۔اول: یہ کہ دور جدید میں مذہب پر جو ہمہ گیر یلغار ہو رہی تھی، اس کا مقابلہ نئے ہتھیاروں سے ہو سکتا تھا۔دوم: دنیائے اسلام میں سیاسی بیداری کے جو آثار نظر آرہے تھے ان کا تقاضا بھی یہی تھا کہ ملت اسلامیہ نظریاتی اعتبار سے کیل کانٹے سے لیس ہو۔سوم: برعظیم کے مسلمان جداگانہ انتخاب اور صوبائی خودمختاری کے ذریعے سے قومی تشخص کی بحالی کے لیے جدوجہد کر رہے تھے اسے استحکام بخشنے کے لیے اور ایک مثالی نظام کی تشکیل کی خاطر نظریاتی بنیادیں فراہم کی جائیں"۔(7)

چنانچہ اس عظیم مقصد کے پیش نظر علامہ اقبال نے مدراس کے مقام پر آٹھ خطبات Reconstruction of Religious Thought in Islam (تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ) کے نام سے دیے تا کہ رائج الوقت علوم وفنون کو قرآن کریم کی روشنی میں پرکھ کر کھرا اور کھوٹا الگ کیا جاسکے۔اقبال کے نزدیک اسلام سے علیحدہ زندگی کا کوئی تصور نہیں۔اسلام زندگی کے ہر پہلو پر محیط ہے اور اپنے معنوی اثر ونفوذ سے معاشرے کو ایک مخصوص شکل عطا کرتا ہے۔ دین اسلام مسلمانوں کی زندگی کے سیاسی، اقتصادی، ثقافتی، عسکری، قانونی اور انتظامی تمام شعبوں کا روحِ رواں ہے۔صرف اب تشکیلِ جدید کی ضرورت ہے، مگر افسوس علامہ کی زندگی میں یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکا۔آج اگر اسلام کی فکری بنیادوں پر حفاظت کرنی ہے تو فکرِ اقبال کا پرچار ضروری ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے ایسے ادارے قائم کیے جائیں جو اس اسلوب پر کام کرسکیں جو علامہ مرحومؒ دے گئے ہیں۔

3۔ فرقہ واریت: اسلام اتحاد واتفاق کا علمبردار مذہب ہے جو امن وسلامتی کے حوالہ سے واضح احکامات دیتا ہے۔اس وقت امت مسلمہ جن مسائل کی وجہ سے تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے ان میں "فرقہ واریت" سرفہرست ہے۔قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں، میں متعدد مقامات پر فرقہ واریت سے منع کیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (8) "اور سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت میں اختلاف بے حد ناگوار تھا۔اس لیے سابقہ امتوں کی مثالیں دے کر باہمی افتراق واختلاف سے ڈرایا کرتے تھے۔(9) عصر حاضر میں متعدد فرقے بن چکے ہیں اور ان میں بھی مزید فرقے منقسم ہیں۔وطن عزیز ایٹمی طاقت رکھتا ہے مگر فرقہ واریت کی وجہ سے اس کی حالت زار دیکھ کر طبیعت میں صف ماتم بچھ جاتی ہے اور آنکھوں میں فصل گریہ لہلہانے لگتی ہے۔اسلام دشمن طاقتیں اس سے فائدہ اٹھا کر اسے مزید کمزور کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

علامہ اقبالؒ سچے عاشق رسول تھے۔آپؒ نے فرقہ واریت کے طلسم کو پاش پاش کیا اور انسانیت کو فرقہ واریت کی زنجیروں کو توڑنے کے لیے جھنجھوڑا۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک　　ایک ہی سب کا نبی دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی قرآن بھی ایک　　کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک(10)

اقبال اتحاد اور جمعیت کے حامی تھے۔ یہی بات اقبالؒ نے ایک دوسرے انداز میں کہی ہے جہاں ایک طرف انہوں نے وحدت کا سبق دیا ہے، وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ کس قدر عالی دماغ، گہری سوچ اور نہایت بصیرت کے حامل تھے کہ ایک ہی بات کو مختلف انداز میں اس طرح پیش کیا کہ وہ قلوب واذھان میں نقش ہو جائے اور الفاظ کا چناؤ دیکھیں تو تکرار نظر نہ آئے گا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

آبرو باقی تری ملت کی جمعیت سے تھی　　جب یہ جمعیت گئی، دنیا میں رسوا تو ہوا
فرد قائم ربط ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں　　موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں(11)

اقبال، عالم اسلام کے اتحاد کے لئے، دنیا بھر کے مسلمانوں کو نیل کے ساحل سے لے کرتا بخاک کاشغر متحد ہونے کا درس دیتے ہیں آج اگر فرقہ واریت سے چھٹکارہ حاصل کرنا ہے تو ہمیں فکر اقبال کو آگے بڑھانا ہوگا۔

4۔ مسئلہ فلسطین: ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا جب دنیائے اسلام اس دردناک اور المناک سانحہ سے دوچار ہوئی جس نے فلسطین عوام کو ان کی سرزمین سے جہاں وہ دو ہزار سال سے رہتے ہوئے چلے آئے تھے، بے دخل کر دیا گیا تا کہ وہ غیر ملی یورپی استعماری ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے، جس کی بنیاد نسلی برتری کے اصول پر ہے۔ ہماری قوم جو گزشتہ صدی سے بیت المقدس میں ہے اور لڑ رہی ہے یہ ان کی دینی حمیت اور غیرت ایمانی کے جذبات ہیں کہ آج بھی وہ اپنے موقف پر قائم ہے۔ اقبالؒ اس محاذ کے مجاہد اول تھے، وہ آزادی فلسطین کے محاذ پر عربوں سے بھی پہلے پہنچے، ان کے نزدیک فلسطین کی آزادی اتنی اہمیت رکھتی تھی کہ دسمبر 1931ء کو عالم اسلام کے نمائندوں کی کانفرنس میں شرکت کی خاطر لندن میں ہندی مسلمانوں کی آزادی کے مذاکرات کو ادھورا چھوڑ کر بیت المقدس جا پہنچے۔ اقبال کی زندگی کا نصف آخر مشرق اور بالخصوص اسلامی مشرق کو مغرب کے تہذیبی اور سیاسی استعمار سے نجات کی راہیں نکالنے اور اپنی خودی کی بقا اور پرورش کی ترغیب دینے میں صرف ہوا۔ چنانچہ کیا خوب کہا:

رندان فرانسیس کا میخانہ سلامت　　پُر ہے مئے گلرنگ سے ہر شیشہ حلب کا
ہے خاک فلسطین پہ یہودی کا اگر حق　　ہسپانیہ پر حق کیوں نہیں اہل عرب کا
مقصد ہے ملوکیت انگلیس کا کچھ اور　　قصہ نہیں نارنج کا یا شہد ورطب کا(12)

اس سلسلے میں آپ نے اکثر اشعار فلسطین میں لکھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

قلب ونظر کی زندگی دشت میں صبح کا سماں　　چشمہ آفتاب سے نور کی ندیاں رواں

حسن ازل کی ہے نمود، چاک ہے پردہ وجود ۔ دل کے لیے ہزار سود اک نگاہ کا زیاں(13)

ایک اور مقام پر اقبال کہتے ہیں:

زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ میں جانتا ہوں وہ آتش ترے وجود میں ہے

تری دوا نہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں فرنگ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے

سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات خودی کی پرورش ولذت نمود میں ہے(14)

یہی وجہ ہے کہ فلسطینیوں کی جدوجہد آزادی تا حال جاری ہے اور اس مسئلہ کے حل کے لیے اقبال کے فلسفہ خودی کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

5۔ مسئلہ کشمیر: کشمیر کا مسئلہ بھی عصر حاضر کے ان مسائل میں سے ہے جس کے حل کی کوششیں کئی برسوں سے جاری ہیں۔علامہ اقبالؒ ایک طرف قیام پاکستان کے لیے برسر پیکار تھے تو دوسری طرف وہ کشمیر کے حریت پسندوں کی اخلاقی وقانونی مدد فرما رہے تھے۔علامہؒ کشمیری مسلمانوں کے لیے صرف ایک سیاسی پلیٹ فارم کے قائل تھے اور وہ ہمیشہ بیانات ومکاتیب کے ذریعے کشمیریوں کو متحد ہوکر آزادی کی جدوجہد جاری رکھنے کی ترغیب دیتے رہے۔ان کو جب معلوم ہوا کہ جموں وکشمیر کے مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد کا فقدان ہو رہا ہے تو قدرتی طور پر ان کو سیاسی تفرقہ پر افسوس ہوا۔کشمیری رہنماؤں کی رہائی اور آزادی کی تحریک کو کامیابی سے چلانے کے لیے علامہ نے تین اہم کام انجام دیے۔وہ کشمیری لیڈروں کو اتحاد وہم آہنگی قائم رکھنے کی اہمیت پر زور دیتے رہے۔اسیران حریت کے مقدمات کی پیروی کی خاطر آپ نے قانون دانوں کی خدمات حاصل کیں۔ برصغیر کے بعض مخیرین سے مالی امداد کے لیے اپنا ذاتی اثرورسوخ استعمال کیا اور مالی امداد کے لیے آپ نے حیدرآباد کے نواب بہادر یار جنگ کو ترغیب دی کہ مسلمانان کشمیر طباع اور ذہین قوم ہیں جو کہ ایک مدت سے استبداد وظلم کا شکار ہے۔(15)

آج بھی کشمیری مسلمانوں کو ظلم وبربریت اور بھارتی جارحیت کا سامنا ہے،اس لیے ہمیں فکر اقبال کو تھامتے ہوئے ان کی قانونی،اخلاقی ومالی مدد کرنی چاہیے اور مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے عالم اسلام میں اس مسئلہ کو اٹھانا چاہیے۔

6۔ باہمی نزاع وعداوت: اس وقت امت مسلمہ کی آپس میں خانہ جنگی اور بغض وعناد نے مزید دوریاں پیدا کردی ہیں۔مسلمان دوسرے مسلمان کے خون کا پیاسہ ہے،ہر طرف خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے۔ان حالات میں زیادہ سے زیادہ محبتیں بانٹنے کی ضرورت ہے۔اقبالؒ نے اپنے کلام میں مختلف صوفیائے عظام کا ذکر کیا ہے جنہوں نے ظلم وستم اور بربریت کا سامنے محبت واخوت سے کیا اور اپنے دشمنوں کو بھی معاف کیا۔ہر طرف محبتیں بانٹیں اور نفرتوں کے بیج جڑوں سے اکھاڑ پھینکے۔آپؒ نے اپنی شاعری میں ان صوفیاء کا پیغام آگے پہنچایا جن پر تاریخ اسلام کو ناز ہے اور امت مسلمہ کا وہ سرمایہ افتخار ہے۔حضرت بایزید بسطامیؒ ان صوفیائے کرام میں سے ہیں جن سے علامہؒ نے غیر معمولی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔علامہؒ فرماتے ہیں:

شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود فقر جنیدؒ و بایزیدؒ ترا جمال بے نقاب(16)

حضرت اویس قرنیؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تجھے نظارے کا مثل کلیم سودا تھا اویس طاقت دیدار کو ترستا تھا(17)

عشق کو عشق کی آشفتہ سری کو چھوڑا رسم سلمان و اویس قرنی کو چھوڑا(18)

یہی شیخ حرم ہے جو چُرا کر بیچ کھاتا ہے گلیم بوذر ودلق اویس و چادر زُہرا(19)

چنانچہ حضرت فضیل بن عیاضؒ، بایزید بسطامیؒ، جنید بغدادیؒ، منصور حلاجؒ، داتا گنج بخشؒ، اویس قرنیؒ، غزالیؒ، رومیؒ وغیرہ ایک لمبی فہرست ہے۔جن کا آپ نے تذکرہ خیر کیا اور ان کے فکر کو سراہا۔آج اگر باہمی عداوات اور بغض وعناد کا خاتمہ کرنا ہے تو ہمیں صوفیاء کے نقش قدم پر چلنا ہوگا اور اقبال کے افکار سے رہنمائی لینی ہوگی۔

خلاصہ کلام: علامہ اقبالؒ کی فکر کا محور اور توجہ کا مرکز اسوہ حسنہ رہا ہے۔آپ کے نزدیک دنیوی اور اخروی زندگی میں فلاح وکامیابی کے لیے محبت واطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سرمایہ ہونا ضروری ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے پورے میں کلام میں اسی بات کا رنگ نظر آتا ہے۔آپؒ نے امت مسلمہ کو خواب غفلت سے بیدار کرنے میں اپنی پوری توانائیاں صرف کیں۔انسانی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس کے بارے میں آپ کے اشعار نہ ملتے ہوں۔بلاشک وشبہ آپ اپنے وقت کے حکیم دانا اور مصلح ومفکر تھے جنہوں نے امت مسلمہ پر اپنے فکر کے گہرے نشان چھوڑے ہیں۔اللہ تعالی آپ کو اپنے شان شایان اجر عظیم عطا فرمائیں اور آپ کی قبر کو نور سے منور فرمائیں۔

□ **حوالہ جات۔۔۔** (1) طاہر فاروقی، ڈاکٹر، اقبال اور محبت رسول، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1977ء، صفحہ 5 (2) ایضا، صفحہ 170 (3) ایضا، صفحہ 171 (4) آسان کلیات اقبال، بانگ درا، دنیائے اسلام، صفحہ، 322 (5) آسان کلیات اقبال ، بانگ درا، خطاب بہ جوانان اسلام، صفحہ 227 (6) آسان کلیات اقبال ،ضرب کلیم، اجتہاد، صفحہ 575 (7) عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر، سرگزشت اقبال، لاہور، اقبال اکادمی ، 1977ء، صفحہ 251، 252 (8) القرآن، آل عمران: 103 (9) البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، دار طوق النجاۃ، 1422ھ، جلد 4، صفحہ 175 (10) علامہ اقبال، آسان کلیات اقبال، بانگ درا، جواب شکوہ، فرہنگ نعیم احمد، لاہور، الفیصل ناشران غزنی سٹریٹ، 2011، بانگ درا صفحہ 249 (11) آسان کلیات اقبال، بانگ درا، شمع، صفحہ 236 (12) آسان کلیات اقبال ،ضرب کلیم، شام وفلسطین، صفحہ 699 (13) آسان کلیات اقبال، بال جبریل، ذوق وشوق، صفحہ 485 (14) آسان کلیات اقبال ،ضرب کلیم، فلسطینی عرب سے، صفحہ 702 (15) صابر آفاقی، ڈاکٹر، اقبال اور کشمیر، لاہور، اقبال اکادمی، 1977ء، صفحہ 123، 124، 125 (16) اعجاز الحق قدوسی اقبال کے محبوب صوفیہ،، لاہور، اقبال اکادمی، 1976ء، صفحہ 12 (17) آسان کلیات اقبال، بانگ درا، صفحہ 108 (18) آسان کلیات اقبال، بانگ درا، صفحہ 211 (19) آسان کلیات اقبال، بانگ درا، صفحہ 383

☆☆☆